اَدبی تاریخ نویسی: بنیادی مباحث

خالد اقبال*

ڈاکٹر جاوید حسان چانڈیو**

Abstract:

The history of writing literary histories is not so old. There hundred years back it was started the early history were written according to the principals set by the writer himself but when there were a reasonable number of the literary histories come on the scene, the people engaged with this field of study tried to set some objective principals and methodologies to write a comprehensive history. This article deals with these issue.

اَدبی تاریخ نویسی بارے بنیادی نوعیت کے سوالات، مباحث توجہ طلب ہیں۔ سرائیکی زبان میں جو اَدبی تاریخیں لکھی گئی ہیں۔ اُن کے مورخین، مولفین اور مصنفین نے جو دیباچے، مقدمے لکھے ہیں اُن میں ادبی تاریخ کے اصولوں کے بارے میں سرسری اور غیر مربوط انداز دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرائیکی ادب میں ادبی تاریخ نویسی بارے مباحث کی گنجائش واضح طور پر موجود ہے۔

سب سے پہلے یہی سوال کہ اَدبی تاریخ نویسی کیا ہے؟ اس کا واضح مفہوم ہونا ضروری ہے مگر اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ لفظ ''تاریخ'' کے مآخذ بارے جانچ پرکھ کی جائے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں تاریخ کی تعریف کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

> "Study that traditionally has aimed at providing an overall explaination of the process of history."(۱)

یعنی گزرے ہوئے واقعات کا صحت اور محنت کے ساتھ بیان تاریخ کہلاتا ہے۔ پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ اپنی کتاب ''فلسفہ تاریخ'' میں لفظ ''تاریخ'' بارے لکھتے ہیں:

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

** شعبہ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

''یونانی زبان میں اس کے لیے (Historia) ہسٹوریا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔
جس کے معنی ہیں سچائی کو بروئے کار لانے کا منصوبہ اور انگریزی زبان کا لفظ
(History) ہسٹری، اِس یونانی لفظ (Historia) ہسٹوریا سے ماخوذ ہے جس
سے مُرادواقعے کی ابتدائی تفتیش اور تحقیق کی بنیاد پر حاصل ہونے والا علم ہے۔''(۲)

تاریخ کا مطلب اور مفہوم بیان کرنے کے لیے مختلف زبانوں میں مختلف الفاظ مُروّج ہیں جن کا مطلب یہی بنتا ہے کہ جو واقعہ ماضی کا حصہ بن جائے۔ اُس تک پہنچنے کے لیے تحقیق اور تدقیق کا بیان تاریخ ہے۔

''تاریخ'' ماضی اُس وقت بنتی ہے جب حال اور مستقبل گھمن گھیر کھاتے کھاتے لحہ بہ لحہ ماضی کی تہ میں اُتر جائیں۔ یوں اس طرح کے واقعات کا بیان تاریخ نویسی کہلاتا ہے مگر تاریخ کو بیان کرنے کے کچھ پیمانے اور تقاضے ہیں۔ کیوں کہ تاریخ نویسی محض گذرے ہوئے واقعات کی جمع بندی نہیں ہوتی بلکہ تاریخ نویسی، فکری، فنی تقاضے رکھتی ہے۔ تاریخ نویسی کی بابت معروف تاریخ نویس اور محقق ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں:

''تاریخ نویسی میں تین عناصر کی اہمیت ہے اوّل واقعات، دوم اِن واقعات کو جانچنے
پرکھنے کی شہادت اور سوئم اِن واقعات کے بارے میں مورخ کی تنقید، تفسیر یا تاویل۔
کیونکہ محض واقعات کو سَن وار بیان کرنے سے تاریخ کی اہمیت واضح نہیں ہوتی اور نہ
ہی اِس سے تاریخی شعور پیدا ہوتا ہے۔''(۳)

تاریخ نویسی کو خالص انسانی علم کہا جاتا ہے کیوں کہ اِس میں معروضی اور موضوعی اعتبار سے مواد کے بارے میں جو جانچ پرکھ کی جاتی ہے اور مآخذات کے تعین کے بعد، تاریخ نویس، محقق، تنقید نگار، اس بات کا اندازہ کر لیتا ہے کہ وہ تاریخ کے ادوار سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے تحقیق کے کون سے پیمانے استعمال کر سکتا ہے مثلاً

☆ بنیادی مآخذات (Primary Sources) کو پہلے دیکھنا
☆ ثانوی مآخذات (Secondary Sources) کو بعد میں
☆ محقق کی ذاتی رائے یعنی اِستقرائی (Inductive) طریقہ کار اختیار کرنا
☆ استخراجی طریقہ کار (Deductive) اندازِ فکر اختیار کرنا

یہاں استقرائی طریقۂ کار سے مُراد اِس بات کا تعین کرنا ہے کہ ہم حقائق پر انحصار کریں یا پہلے سے طے شدہ نظریئے کے تحت حقائق کا تجزیہ کریں۔ تاریخ نویسی اپنے اندازِ بیان کے تناظر میں مختلف نمونہ جات میں بٹ جاتی ہے مثلاً:

☆ اَدبی اندازِ بیان
☆ صحافیانہ اندازِ بیان
☆ معروضی اندازِ بیان

- ☆ حقائق کی فہرست کا اندازِ بیان
- ☆ قرونولاجیکل (ترتیبِ زمانی)
- ☆ تجزیاتی بیان
- ☆ تاریخ کے حقائق کا بیان

اپنے دور کے نظریات، واقعات اور ماضی کے دور کی اقدار کے درمیان سلیقے سے توازن پیدا کرنا،فنِ تاریخ نویسی کہلاتا ہے۔یہیں سے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہوجاتا ہے کہ لفظ سائنس استعمال کرنا ہوتو تاریخ کو معاشرتی علم (Social Science) کہا جاتا ہے اور ادب کے ساتھ اس کا رشتہ بہت گہرا ہے۔اَدبی تاریخ میں مُعاشرتی تال میل کو خصوصی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔کیوں کہ اَدب انسانی زندگی کا آئینہ ہوتا ہے۔یوں اَدب انسانی خواہشات، دُکھ سُکھ ،فکری اور تخلیقی کاوِشوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔تاریخ اور اَدب کے باہمی رشتے کے بارے میں معروف محقق ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ’’اگر اَدب زندگی کا آئینہ ہے تو اَدب کی تاریخ کو بھی ایک ایسا آئینہ ہونا چاہیے جس میں مکمل زندگی کی رُوح کا سایہ نظر آجائے۔‘‘(۴)

اَدبی تاریخ،کسی خطے میں بسنے والے لوگوں کی پہچان ہوتی ہے۔اَدبی تاریخ کسی بھی خطے اور قوم کی مجموعی یادداشت کا خزانہ ہوتی ہے۔اَدبی تاریخ کے بارے میں محض یہ کہنا کہ یہ ماضی کی روایات، حالات، واقعات کو کسی قصے کے انداز میں بیان کرتی ہے یہ اَدبی تاریخ کا غیر واضح پہلو ہے۔حقیقت میں اَدبی تاریخ ماضی کے واقعات، حالات، رجحانات، دانش اور علم کو جاننے کا نام ہے جہاں سے کسی بھی خطے کے اجتماعی شعور کا پتہ چلتا ہے تاریخ کے اِسی شعور سے ہی کسی خطے میں بسنے والی قوم کی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔

سرائیکی زبان واَدب کے مقابلے میں انگریزی اور اُردو اَدب میں اَدبی تاریخ نویسی کی روایت مضبوط ہے اِسی لیئے اَدبی تاریخ نویسی کے اصول ومبادیات، ادبی تاریخوں کے مقدمات، دیباچوں، تنقیدی، تحقیقی مضامین اور مقالات کی جانب دیکھتے ہیں۔

> "It is true that a nations literature made up of the works of individual writers, and that for the ordinary purpose of study these writers may be detached for there Surroundings and treated separately. But we can not a history of such literature unless and until each one has be put into his place in the sequence of things and consider with reference to that great body of

literary production which is work must know be regarded as a part."(۵)

کسی بھی قوم کا اَدب یقیناً وہاں کے ادیبوں کی انفرادی کاوِشوں کا ثمر ہوتا ہے۔اور مجموعی سطح کے مطالعے کیلئے ان ادباء کی نگارشات کا انفرادی سطح پر الگ سے مطالعہ اور جائزہ ممکن ہے تاہم کسی قوم کی اَدبی تاریخ کا مُرتب کرنا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک تمام قابلِ ذکر اَدبی فن پاروں اور مُصنفین کو اُن کے صحیح حالات کے تناظر اور تاریخی تسلسل کے پس منظر میں سے نہ دیکھا جائے جس وجہ سے اَدب تخلیق ہوا۔

"........And other historians treat literature as document for the illustration of national or social history, those consitituting another group recognize that literature is first and formost an Art, but appear unable to write history. They present us with a discontinuous series of essays on individual authors, attempting to link them by influences but lacking any conception of real historical evolution."(۶)

جبکہ کچھ تاریخ دان اَدب کو قومی یا سماجی تاریخ کی وضاحت اور اس کی عملی شکل دکھانے والی دستاویز کے طور پر لیتے ہیں۔ یہ ایک ایسے گروپ کی تشکیل کرتے ہیں جو اَدب کو بنیادی طور پر فنونِ لطیفہ میں سے ایک سمجھتا ہے اور اسی لیئے تاریخ نویسی کو اس کے دائرے سے باہر سمجھتا ہے اس حوالے سے مُصنفین کے بہت سارے مضامین پیش کرتے ہیں جن میں تاریخی حقائق کو مربوط کرنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے۔مگر حقیقی تاریخی ارتقاء کا کوئی تصور نہیں اُبھرتا۔

"Literary text should be quoted but the prime consideration has been that the works chiefly discussed and illustrated will be the greater works which have delighted or challenged generations of their lives."(۷)

اَدبی متن کا حوالہ دینا چاہیئے مگر زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اَدب پارے کو زیرِ بحث آنا چاہیئے اور اُس کے تمام پہلوؤں کو واضح کرنا چاہیئے اور ایسے اَدب پارے ہونے چاہئیں جنھوں نے اپنے عہد کی نسلوں کے ذہنوں کو متاثر کیا ہو یا نئے اِمکانات پر دعوتِ فکر دی ہو۔

"One of the most basic question of modern times is :

> Am I a hypocrite? It is because of this that the necessity of literature arises. As for as I understand, the function of literature in todays society is to separate beauty from ugliness, belief from disbelief, acquired knowledge from experience and to formula to all these things. We have to see from where all threads of the wrap and woof of human spirit have come to know them separately is the function of history and to see them in totality, like a composite picture is the function of literature."(۸)

خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جوروح انسان کی فکر کے یہ تانے بانے کہاں سے آتے ہیں اور کیسے بنتے جُڑتے ہیں۔ یہاں الگ الگ اجزاء کی تشکیل کو جاننے کی کوشش کرنا تاریخ ہے۔ جبکہ اِس تمام کو ایک مُکمل اِکائی کی صورت میں دیکھنے کا نام اَدب ہے۔

> رام بابو سکسینہ کی انگریزی تصنیف (History of Urdu Literature) 1924ء میں شائع ہوئی اور اس کا اُردو روپ 1947ء میں چَھپ کر سامنے آیا۔ اِس اُردو اَدبی تاریخ کی یہ خصوصیت ہے کہ اِس میں شاعری اور نثر دونوں اصناف کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اِس اَدبی تاریخ سے اَدبی تاریخ نویسی کے ضابطوں بارے آگاہی ملتی ہے۔(۹)

☆ اُردو اَدب کی تدریجی ترقی کا خاکہ زمانۂ قدیم سے لے کر زمانۂ حال تک مع مشہور شُعراء اور نثر نگاروں کے مختصر حالاتِ زندگی اور اُن کے کلام، تصانیف بارے مختصر تنقید کی جائے۔

☆ ایک طبقے کے تعلقات، دُوسرے طبقے کے ساتھ اور ایک فرد کے تعلقات دوسرے فرد کے ساتھ، یہ رشتہ تعلق وضاحت سے بیان کیا جائے۔

☆ مختلف تحریکوں کی اِبتداء، ترقی اور زوال کے اسباب بتائے جائیں۔ اُس دور کے تاریخی حالات، واقعات نظر انداز نہ کیئے جائیں جن سے شعراء اور نثر نگار گذرے۔

اَدبی تاریخ نویسی، عہد بہ عہد روایت کے عمل، رجحانات، نظریات، شاعروں، تخلیق کاروں کے حالاتِ زندگی اور ان کی اَدبی تخلیقات کے مواد کا تحقیقی، تنقیدی جائزہ ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اَدب میں جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اَدبی تاریخ اُن تبدیلیوں کا اَثر لیتی ہے یعنی اَدب میں ہونے والی تبدیلیوں کا اثر، دراصل کسی بھی خطے

میں سیاسی، سماجی اور تہذیبی طور پر تبدیلیوں کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً شعری ونثری پیرائیہ اظہار میں تبدیلی، موضوعات میں تبدیلی، اصناف کی ہیئت میں تبدیلی، حقیقت میں سماج میں ہونے والی تبدیلی کے زیر اثر ہوتی ہے اسی تبدیلی کا اثر تاریخ ادب کی بُنیاد بنتا ہے اَدبی تاریخ نویسی ایک مشکل فن ہے جو کہ مؤرخ کی تاریخی بصیرت کے بغیر نامکمل رہتا ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری اپنے ایک مضمون ''اَدبی تاریخ کی تشکیل کے مسائل'' میں لکھتے ہیں:

> ''ایک اچھی تاریخ اَدب وہ شخص نہیں لکھ سکتا جو صرف محقق ہو اور نہ ہی تاریخ اَدب کی تصنیف کسی ایسے شخص کا کام ہے جو صرف نقاد ہو۔ اچھی تاریخ اَدب صرف وہی اَدیب لکھ سکتا ہے جو بیک وقت تحقیق اور تنقید پر قُدرت رکھتا ہو۔''(۱۰)

تحقیق اور تنقید، اگر چہ اَدبی تاریخ کے دو اہم پہلو ہیں۔ اَدبی مؤرخ کے لیئے تحقیقی وتنقیدی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے محض اَدبی تحقیق، اَدبی تاریخ کو حالات وواقعات کے بیان کا تحقیق نامہ بنا دیتی ہے۔ بالکل ایسے ہی محض تنقید، اَدبی تاریخ کو تنقیدی مضامین کا مجموعہ بنا سکتی ہے۔ اِسی تناظر میں محقق ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> ''اَدبی تاریخ کو نہ تو محض سوانحی مجموعہ ہونا چاہئے۔ نہ ہی تنقیدی مضامین کا مجموعہ، اور نہ ہی اسے سماجی تاریخ بننا چاہئے۔ اسے اَدب کا مسلسل ارتقاء پیش کرنا چاہئے۔ جس میں غیر اَدبی عوامل کی حیثیت ثانوی رہنی چاہئے۔''(۱۱)

تحقیق، حق کی تلاش کا نام ہے اور ہر تحقیقی عمل مُسلمہ، مُصدقہ اور متفقہ ہوتا ہے۔ اس لیئے محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ حق کی تلاش میں سچ کا ساتھ دے اور اس کی تنقید میں توازن ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ادبی تاریخ میں ایک تسلسل ہونا ضروری ہے تاریخ اَدب میں واقعات میں تبدیلی رونما ہوتو پھر تبدیلی کے عمل کو دکھانا ضروری ہے جس سے پہلے سے موجود واقعات اور اَدبی حالات کی حقیقت میں تبدیل ہونے والے منظر نامے میں ایک تعلق سامنے آئے گا۔ ایسے مُسلسل عمل کو جس میں تبدیلی نظر آئے اسے ارتقاء کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کا لفظ ماضی کا ارتقاء کہلاتا ہے۔ اور اس عمل میں مُعاشرتی اقدار، ماحول، تخلیق کار، معاشرے میں تبدیلی کا سبب بنتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ''تاریخ اَدب پڑھتے ہوئے یہ بات محسوس ہونی چاہئے کہ جہاں مخصوص واقعات اور رجحانات شخصیات کو جنم دیتے ہیں وہیں اَدبی شخصیات بھی واقعات اور رجحان کو جنم دے کر تاریخ کے دھارے کو نئی جہت دیتے ہیں زندگی میں جو حرکت اور عمل نظر آتا ہے اُس کی واضح جھلک اَدبی تاریخ میں نظر آنی چاہئے۔''(۱۲)

تاریخ کے تناظر میں ہر واقعے کا معروضی اثر، اِنسانی شعور اور سماج پر اَثر انداز ہوتا ہے اس صورتحال میں تخلیق کار کی تخلیقی صلاحیت فن پارے (نظم ونثر) کی صورت میں تاریخی حقیقت بنتی ہے۔ یہیں سے تاریخ بننے کا عمل شروع ہوتا ہے۔

تاریخ اَدب محض شاعروں، ادیبوں کی سوانح عمری کا مجموعہ نہیں ہوتی اور نہ ہی فن پاروں کا بستہ ہوتی ہے بلکہ تاریخ اَدب، بیک وقت ادب، اسلوب، تخلیق کار اور معاشرے کی عکاس ہوتی ہے جس سے تاریخ، تہذیب کے گہرے شعور اور سماج کے تعلق کی وضاحت ہوتی ہے۔

> ''اَدبی تاریخ جتنی زیادہ تہذیبی، ثقافتی، سماجی اور فکری تاریخ کے نزدیک ہوگی وہ اُسی قدر زیادہ تاریخ کے نزدیک ہوگی وہ اُسی قدر زیادہ وقیع، بصیرت افروز اور زیادہ مفاہیم ومطالب رکھتی ہوگی۔''**(۱۳)**

اَدب میں ہونے والی تبدیلیاں، سماجی اور تہذیبی سطح پر تبدیلی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس تبدیلی بارے سوالات کے جواب مؤرخ کو دینے چاہئیں۔

ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> ''اِس میں، میں اِضافہ کرتا ہوں کہ اَدبی مؤرخ کو جواب ضرور دینا چاہئے کہ ایک تخلیق، ایک خاص صنف میں کیوں تخلیق ہوئی؟ جب وہ اس بات کا جواب دے گا تو اس کا واسطہ، اُس تہذیب سے ضرور پڑے گا جس میں وہ صِنف وجود میں آئی۔''**(۱۴)**

اَدبی تاریخ میں ایسے سوالات، تہذیبی شعور کی وضاحت کرتے ہیں اور یہ شعور، اَدبی تخلیقات، اصنافِ اَدب اور زبان و بیان میں ہونے والی تبدیلیوں کے مطالعے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اور یہ دیکھنا بھی ضروری ہوگا کہ کسی تخلیق کار نے اپنے عہد کو کیا دیا؟ اُس کی تخلیقات کا معیار کیا ہے؟ اَدبِ عالیہ میں اُس کا مقام اور مرتبہ کیا ہے؟ یوں اَدبی تاریخ میں ایک تخلیق کار کے کردار کو اُس کی تخلیقات کی روشنی میں، معاشرتی اور تاریخی تناظر میں دیکھا جائے گا۔

تاریخ، حقائق کو بیان کرنے کا نام ہے جس میں مآخذات بُنیاد ہوتے ہیں۔ اَدبی مؤرخ اَدب کی تاریخ میں جو کچھ بیان کرتا ہے اُس کے لیئے وہ مآخذ پیش کرتا ہے اور تحقیق کی بنیاد پر وہ کسی نتیجے پر پہنچتا ہے۔ اَدبی تاریخ نویسی کے عمل میں تمام حقائق، حوالے اور سند کے ساتھ پیش کیئے جاتے ہیں۔ ثانوی مآخذات کی بجائے بنیادی مآخذات کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے داخلی وخارجی تنقید کے اصولوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ داخلی تنقید، جس کو متن کی بحالی (Restoration of Text) بھی کہا گیا ہے۔ اس کی مدد سے ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ جو کچھ مصنف نے لکھا ہے اُس کا مطلب اور معنی کیا ہیں؟ یوں داخلی تنقید کی مدد سے کسی دستاویز، تحریر یا کتاب سے اس میں موجود حقائق کا تعین کیا جاتا ہے کیوں کہ حقائق کا تعین کرنا داخلی تنقید کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ بُنیادی مآخذ یا سند اگر نہ مِل سکے تو پھر دیگر تصانیف غیر مطبوعہ مواد کو شامل کرنا ضروری ہے۔ داخلی تنقید کے دو ذیلی پہلو ضروری ہوتے ہیں:

☆ مثبت داخلی تنقید (Positive Internal Criticism) جس میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ مؤرخ کے بیان کے اصل مقصد اور معنی تک پہنچا جائے۔

☆ منفی داخلی تنقید (Negative Internal Criticism) جس میں مؤرخ کے بیان کی صحت اور نیّت کے بارے میں کھوج لگایا جاتا ہے۔اس کے بعد حقائق کا تعین ممکن ہوسکتا ہے۔

خارجی تنقید میں دستاویز، مخطوطے یا مُسودے کی جانچ پڑتال سے اس بات کا تعین کیا جاتا ہے کہ اَصل دستاویز کہاں سے مِلی ۔اُس کی ہیئت مختلف ادوار میں کیسی تھی ۔اُس دستاویز کا کوئی حصہ، اُس کی سیاہی کیسے تھی؟ اور کس دور کی تھی؟ اِس کے علاوہ اس دور کی لفظیات اور اُس دستاویز میں برتی گئی زبان کا استعمال کیسا تھا؟ یوں خارجی تنقید ایک ایسا عمل ہے جس کے نتیجے میں مؤرخ کسی دستاویز کی غلطیوں کو دور کرتا ہے جس کی تصدیق یا تردید کے لیئے وہ خارجی لوازمات کو بھی مدِ نظر رکھتا ہے۔مثلاً

☆ متن بارے تنقید

☆ مُصنف کی شناخت

☆ مُصنف کے مآخذات کا تنقیدی جائزہ

☆ مُصنف کی تخلیقی صلاحیت کا جائزہ۔واضح رہے خارجی تنقید کے تقاضے پورے کیئے بغیر داخلی تنقید ممکن نہیں ہوتی۔

اس کے ساتھ ساتھ تحقیق ایک جامع انداز کا تقاضا کرتی ہے۔اَدبی تحقیق یا موضوعاتی تحقیق میں تین متناسب پہلو، اَدبی تحقیق، تنقید، فلسفہ وفکر، تجزیہ ومطالعہ شامل ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

''اَدبی تحقیق کے دوشعبے ہیں:

1۔ سوانحی اور تاریخی تحقیق

2۔ تدوینِ متن

اَدبی تاریخ کے لیئے سوانحی تحقیق اور اَدبی تنقید مرکزی شعبے ہیں۔''**(۱۵)**

تحقیق کا اوّل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اَدبی کتابوں، مخطوطوں و دیگر ذرائع سے جو مواد میسر ہو وہاں سے زیادہ سے زیادہ معلومات لی جائیں اور غلط معلومات کی درستی کی جائے تا کہ اَدبی تاریخ میں غلط مواد شامل نہ ہو۔یُوں تحقیق میں قدیم شُعراء، ادیبوں کے بارے میں ترتیب و تدوین اور تذکرے وغیرہ شامل کیئے جاتے ہیں۔اِس کے علاوہ اَدبی تاریخ نویسی کے ضمن میں ادوار کے تعین اور اصنافِ اَدب کی تقسیم کے حوالے سے مختلف تصورات پائے جاتے ہیں۔ظفر الاحسن لاری لکھتے ہیں:

> ''ہمارے اَدبی مؤرخین نے نہ صرف نظم اور نثر کو علیحدہ کر کے ایک دوسرے سے بے تعلق کر دیا ہے بلکہ اس کے علاوہ نثر میں ناول اور ڈراما وغیرہ کی الگ الگ شاخیں کھڑی کر دی ہیں۔یوں نظم میں غزل، قصیدے، مثنوی اور مرثیے وغیرہ کو الگ الگ تقسیم کرتے گئے۔''**(۱۶)**

جبکہ اَدبی تاریخ میں اَدوار بندی کے حوالے سے ڈاکٹر تبسم کاشمیریؔ لکھتے ہیں:

> ''اَدبی تاریخ میں اَدب کے مختلف اَدوار کی صرف خصوصیات بیان کرنے کا تصور پرانا ہو چکا ہے اَدبی تاریخ کو سیاسی اور تہذیبی تاریخ کے مختلف انداز کے بہاؤ میں رکھ کر دیکھنا چاہیئے۔''**(۱۷)**

اَدبی تاریخ نویسی کے حوالے سے ادوار اور اصناف کی تقسیم بارے مُختلف محققین، مؤرخین اور ناقدین کی رائے مختلف ہے اور کوئی حتمی طریق کار طے شدہ نہیں ہے۔ جیسے اُردو اَدب میں کہیں مقامی طور پر حد بندی ہے مثلاً دکن میں اُردو، پنجاب میں اُردو اور کہیں یہ حد بندی زمانی اعتبار سے ہے مثلاً متقدمین، متوسطین، متاخرین وغیرہ جیسی تقسیم موجود ہے۔ اس کے علاوہ اصناف کے حوالے سے مرثیہ، ناول، ڈراما، اِنشائیہ، افسانہ وغیرہ یا پھر دبستانی تقسیم مثلاً دبستانِ لکھنؤ، دبستانِ دلی، دبستانِ ملتان وغیرہ۔ اِس تناظر میں علی جواد زیدیؔ لکھتے ہیں:

> ''مختصر لفظوں میں ہمارے اَدوار کا تعلق، قومی تاریخ کے ادوار سے کُلیۃً آزاد نہیں ہوسکتا۔''**(۱۸)**

اَدبی تاریخ کے اِس پہلو سے ہمیں اور بھی بہت سی مثالیں مِل جاتی ہیں۔ کیوں کہ اَدب کی تاریخ، کسی قوم کی اجتماعی تہذیب، سیاست، معاشرت کے مُختلف طرح کے سفر کی کہانی ہوتی ہے۔ جس میں ہر دور کے فکری، تاریخی اور دیگر عوامل کے اثرات موجود ہوتے ہیں کسی بھی قوم کے اَدب کی تاریخ کے پیچھے مُختلف اَدوار کے ساتھ بہت سے قومی نوعیت کے سوال جُڑے ہوتے ہیں۔ اور مؤرخ اِن مختلف اَدوار میں پیدا ہونے والے سوالات اور دیگر تبدیلیوں کے بارے میں جواب دیتے ہیں۔ خاص طور پر جہاں تبدیلی واضح نظر آئے وہاں سے نیا دور اَلگ سے بتانا چاہیئے۔ ادبی تواریخ میں اَدوار کی تقسیم کے حوالے سے انگریزی اَدب کی تاریخ، شاہی اَدوار کے نام سے منسوب دکھائی دیتی ہے۔ جیسے الزبتھ عہد، وکٹوریہ عہد وغیرہ۔ جبکہ عربی اَدب میں یہ تقسیم ذہنی اور فکری انداز میں ملتی ہے مثلاً جاہلی دور کا اَدب یا اُموی، عباسی دور کا اَدب وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اَدب میں ادوار کی تقسیم کے سلسلے میں کوئی حتمی اُصول کارفرما نہیں ملتا۔

اَدبی تاریخ مہینے، سال کی گردش سے الگ نہیں ہوتی۔ کسی شاعر، ادیب کی پیدائش، وفات، کتاب کی اشاعت کا سال یا کوئی اور اَدبی تاریخی واقعہ، تاریخ، دِن اور سن وار درج کیا جاتا ہے۔ اَدبی تاریخ کے اس اُصول کا تقاضا ہے کہ سنین کا اندراج تحقیق کے اُصولوں کے مطابق ہونا ضروری ہے اور اِس بات کا طے ہونا ضروری ہے کہ یہ اندراج اسلامی مہینے کے مطابق ہو یا انگریزی مہینے کی تاریخ کے مطابق۔ یعنی ایک کلینڈر کا اِنتخاب ہونا چاہیئے۔

اَدبی تاریخ کیسے لکھی جانی چاہیئے؟ اِس کا اندازِ بیاں، اسلوب کیسا ہونا چاہیئے؟ یہ وہ بنیادی سوال ہیں جن کے بارے جاننا ضروری ہے کیا اَدبی تاریخ کا بیانیہ مقفع مسجع عبارت کا عُمدہ نمونہ ہونا چاہیئے؟ اِس کے اندازِ بیان میں تنقیدی پیمانہ کس طرح کا ہونا چاہیئے؟ مؤرخ کی تنقیدی بصیرت کیسے ہونی چاہیئے؟ وہ اَدب پارے کی قدر و

قیمت کا صحیح اندازہ کس طرح سے کرسکتا ہے۔ اِس تناظر میں مختلف آراء ملتی ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ''............ایک سادہ تاریخ نویسی کا اسلوب وضع کرنے کی کوشش کی ہے یہ اسلوب ایسا ہے جو نہ افسانے کا اسلوب ہے اور نہ شاعری کا اور نہ خشک قانونی عبارت ہے اور نہ ہی خشک تحقیقی اسلوب ہے بلکہ بیان میں دلچسپی برقرار رکھتے ہوئے بات سے بات کو داستان کی طرح بیانیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔''(۱۹)

اَدبی تاریخ کے اسلوب بارے اگرچہ مختلف محققین، مؤرخین اور ناقدین کی رائے میں اختلاف موجود ہے بعض ناقدین کی رائے ہے کہ اَدبی تاریخ کا اسلوب سیاسی تاریخ جیسا ہو مگر کچھ محققین و ناقدین کی رائے ہے کہ اَدبی تاریخ کا اسلوب سادہ اور واضح ہو، اُس میں شگفتگی ہو۔ البتہ الفاظ کی جادو بیانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ مؤرخ کو ایک ایسا سلوب بیان اختیار کرنا چاہئے جس میں گنجل نہ ہو۔ ہر بات واضح طور پر دکھائی دے۔ اَدبی تاریخ نویسی کے اصول اور ضابطوں کی مباحث کے آخر میں مؤرخ اَدب کی استعدادِ کار کے بارے میں بات کرنا ضروری ہے۔

مؤرخ اَدب کے لیئے ضروری ہے کہ وہ فلسفہ تاریخ سے واقفیت رکھتا ہو۔ نہ صرف یہ بلکہ دیگر امدادی علوم مثلاً معاشیات، سیاسیات، نفسیات، سماجیات اور فلسفے کے بارے میں بنیادی معلومات رکھتا ہو۔ تاکہ ایک معیاری اَدبی تاریخ لکھنے کے تقاضے پورے کیئے جاسکیں۔

☆ مؤرخ کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اَدبی تاریخ میں اَدب کے ارتقاء کے تمام پہلوؤں سے آگاہ ہو اور تمام پہلوؤں کا مجموعی طور پر احاطہ کر سکے۔

☆ حقائق سندی حوالوں کے ساتھ پیش کیئے جائیں ثانوی مآخذات کی بجائے بنیادی مآخذات کو اہمیت دینی چاہئے۔

مرزا سلیم بیگ لکھتے ہیں:

> ''اَدبی تاریخ کے سلسلے میں مآخذ کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو مؤرخین اِس سلسلے میں بے حد احتیاط سے کام لیتے ہیں وہ بُنیادی مآخذ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔''(۲۰)

مآخذات کی تصدیق کے لیئے داخلی اور خارجی تنقید کے اصولوں کو سامنے رکھنا چاہئے۔

☆ مُصنفین، شُعراء اور ادیبوں کے کوائف، پیدائش، وفات، تصانیف بارے سنین، ہجری اور عیسوی دونوں درج ہونے چاہئیں۔

☆ اَدوار بندی کے سلسلے میں مؤرخ کو اپنی تنقیدی بصیرت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

☆ اَدبی تاریخ کو متوازن انداز میں لکھا جائے۔

☆ مؤرخ تعصب اور جانبداری سے ہٹ کر سادہ عام فہم اور شگفتہ اسلوب اختیار کرے۔

☆ معیاری اَدبی تاریخ موَرخ سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اَدب کو ایک اِکائی کی صورت میں پیش کرے۔

حوالہ جات

۱۔ The New Encyclopedia Britannica in Vol-30 Micropedia Vol-v, Villiam Denton Publishers, 1943-1973- P:64

۲۔ ایم نذیر احمد تشنہ، پروفیسر، ''فلسفہ تاریخ''، الفیصل، ناشران، تاجران کتب غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور، اشاعت مارچ ۲۰۱۲ء، ص ۱۷۔

۳۔ مبارک علی، ڈاکٹر، ''اُردو میں تاریخ نویسی''، مشمولہ: سہ ماہی تاریخ شمارہ ۳۲، تاریخ نویسی نمبر، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۸۔

۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''تاریخ اَدب اُردو''، جلد دوم، مجلس ترقی اَدب، لاہور، اشاعت: ۱۹۸۷ء، ص ۱۔

۵۔ W.H Hudson, An outline History of English Literature, Aitbs Publishers & Distributors, J5/6 Krishan Nagar, Delhi, India, 2006. P-2.

۶۔ Rene Wellker and Austin Warren, Theory of Literature, Penguine Books USA, 1993. P-252

۷۔ www.palgravefoundations.com

۸۔ Siraj Muneer, Function of Literature, Pakistani Literature, The Pakistan Academy of Letter, Islamabad, Vol-1, 1992-93. P-21

۹۔ رام بابو سکسینہ: استفادہ، تمہید، ''تاریخ اَدب اُردو'' مترجم: مرزا محمد عسکری، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی، سنِ اشاعت: ندارد۔ ص ۱۹۔

۱۰۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ''اَدبی تاریخ کی تشکیلِ نو کے مسائل''، مشمولہ: تخلیقی اَدب 5، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۸ء، ص ۱۹۔

۱۱۔ گیان چند، ڈاکٹر، ''تحقیق کا فن''، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، اشاعت ۲۰۱۲ء، ص ۳۶۲۔

۱۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''تاریخ اَدب اُردو''، جلد دوم، مجلس ترقی اَدب، لاہور، اشاعت ۱۹۸۷ء، ص ۱۴۔

۱۳۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ''اَدبی تاریخ کی تشکیل نو کے مسائل''، مشمولہ: تخلیقی اَدب 5، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۸ء، ص ۱۱۔

۱۴۔ گیان چند، ڈاکٹر، ''اُردو کی اَدبی تاریخیں''، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، سال اِشاعت ۲۰۰۰ء، ص ۱۹۔

۱۵۔ گیان چند، ڈاکٹر، ''اُردو کی اَدبی تاریخیں''، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، سال اِشاعت ۲۰۰۰ء، ص ۱۵۔

۱۶۔ ظفر الاحسن لاری، ''اَدبی تاریخ کے اصول''، مشمولہ: ''اُردو اَدب'' خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ نمبر ۱، اشاعت

سال۱۹۹۳ء،ص۹۔
۱۷۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ''اُردو اَدب کی تاریخ''، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، اشاعت سال ۲۰۰۹ء، ص۱۰۔
۱۸۔ علی جواد زیدی، ''تاریخ اَدب اُردو کی تدوین''، مشمولہ: اَدبی تاریخ نویسی، مرتبہ: ڈاکٹر عامر سہیل، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور، سال اشاعت ۲۰۱۰ء، ص۲۳۔
۱۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''اُردو اَدب کی تاریخ''، جلد۲، مجلس ترقی اَدب لاہور، سالِ اشاعت ۱۹۸۷ء، ص۱۲
۲۰۔ مرزا سلیم بیگ، تحقیق، شعبہ جاتی تحقیقی مجلّہ، شمارہ نمبر 3، شعبہ اُردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص۱۷۲۔